OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

گولڈزیہر اور اس کی کتاب "مسلم اسٹڈیز" کا تنقیدی جائزہ

A critical review of Goldziher and his book "Muslim Studies"

Nosheen Younas

MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, Lahore

M. Anees Haider

Lecturer, Department of Islamic Studies, Superior College M.B.Din.

Abstract

Ignác Goldziher (June 22, 1850 – November 13, 1921) was a prominent Jewish Orientalist who researched Islamic studies, and his book "Muslim Studies" (German: "Muhammedanische Studien") is considered an important critical study of Islamic studies.[1] The book was originally written in German and later translated into English. This article will review the first volume of Goldziher's book Muslim Studies. Goldziher gained worldwide fame for his in-depth research in Oriental studies, especially Islamic studies. He was considered one of the leading Islamic scholars of his time. He was fluent in Arabic, Persian, Hebrew, Turkish, and other Oriental languages. He researched Islamic law, hadith, exegesis, theology, Sufism, and Islamic history, and gave a new dimension to the academic study of Islamic studies in the Western world.

Keywords: Goldziher, Orientalism (1978), Colonial Discourse, West vs. East, Representation.

CC BY

موضوع کا تعارف

گولڈزیہر (Ignác Goldziher) ایک مشہور یہودی النسل مستشرق (Orientalist) تھا، جس کی پیدائش 22 جون 1850ء اور وفات 13 نومبر 1921 کو ہوئی۔ جنہوں نے اسلامیات پر تحقیق کی، اور ان کی کتاب " Muslim Studies"(جسے جرمن میں "Muhammedanische Studien" کہا جاتا ہے) اسلامی علوم پر ایک اہم تنقیدی مطالعہ سمجھی جاتی ہے۔[1] یہ کتاب اصل میں جرمن میں لکھی گئی تھی اور بعد میں اس کا انگریزی ترجمہ ہوا۔ اس مقالہ میں گولڈزیہر کی کتاب مسلم سٹڈیز کی پہلی جلد کا جائزہ لیا جائے گا۔

گولڈزیہر نے مشرقی علوم، بالخصوص اسلامیات پر اپنی گہری تحقیق کے باعث دنیا بھر میں شہرت حاصل کی۔ وہ اپنے دور کے ممتاز اسلامیات کے ماہرین میں شمار ہوتا تھا۔[2] انہیں عربی، فارسی، عبرانی، ترکی، اور دیگر مشرقی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ انہوں نے اسلامی قانون، حدیث، تفسیر، کلام، تصوف، اور اسلامی تاریخ پر تحقیق کی اور مغربی دنیا میں اسلامیات کے علمی مطالعے کو ایک نئی جہت دی۔

گولڈزیہر کی کتاب "مسلم اسٹڈیز" پر مختلف مذاہب کے لوگوں کی رائے، حوالہ جات کے ساتھ پیش کرنا ایک پیچیدہ کام ہے، کیونکہ اس کتاب پر زیادہ تر بحثیں علمی حلقوں میں ہوئی ہیں جن میں مستشرقین اور مسلم اسکالرز شامل ہیں۔ براہ راست مختلف مذاہب کے عام پیروکاروں کی آراء دستاویزی شکل میں ملنا مشکل ہے۔ تاہم، ہم ان علمی آراء اور گولڈزیہر کے اپنے پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈال سکتے ہیں:

یہودی پس منظر کے اسکالر کی حیثیت سے رائے:

گولڈزیہر خود ایک ہنگریائی یہودی اسکالر تھے۔ ان کا اسلام کا مطالعہ ایک علمی جستجو تھی، لیکن اس میں ان کے اپنے مذہبی پس منظر کا اثر بھی تھا۔ وکیپیڈیا کے مطابق، انہوں نے ایک موقع پر کہا تھا: "میرا نصب العین یہ تھا کہ یہودیت کو بھی اسی طرح کی عقلی سطح پر بلند کیا جائے۔ اسلام، جیسا کہ میرے تجربے نے مجھے سکھایا، واحد مذہب ہے جس میں توہم پرستانہ اور کافرانہ اجزاء کو عقلیت پسندی نہیں بلکہ راسخ العقیدہ نظریات ناپسند کرتے ہیں۔"[3]

اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ گولڈزیہر اسلام کو ایک عقلی مذہب کے طور پر دیکھتے ہیں جس میں توہمات کی آمیزش کم تھی۔ ان کا یہ موازنہ ان کی اپنی یہودی اصلاحی تحریک سے متاثر ہو سکتا ہے۔ ایک اور جگہ پر انہوں نے صیہونیت کو ایک نسلی قوم پرستانہ جذبہ قرار دیا اور اسے مذہب یہودیت سے الگ ایک نظریہ قرار دیا۔[4] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے صرف مذہبی نہیں بلکہ سماجی اور سیاسی پہلوؤں پر بھی مبنی تھی۔

عیسائی اسکالرز کی رائے:

وکیپیڈیا کے مطابق، گولڈزیہر نے پانچ بڑے جرمن مستشرقین میں سے چار کے بارے میں کہا کہ اپنی گہری علمیت کے باوجود وہ اسلام کے مخالف تھے۔[5] اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور کے بہت سے عیسائی اسکالرز کا رویہ اسلام کے بارے میں تنقیدی تھا۔ تاہم، گولڈزیہر کا کام اس لحاظ سے مختلف تھا کہ انہوں نے 'اسلام کی دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری' کی تعریف کی، حالانکہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں تشبیہ (anthropomorphism) اور اسلام کی ظاہری فقہ سے کچھ ناپسندیدگی تھی۔[6]

مسلم اسکالرز کی رائے:

گولڈزیہر کی کتاب "مسلم اسٹڈیز"، خاص طور پر حدیث کے مطالعہ سے متعلق اس کے نظریات، مسلم اسکالرز کے درمیان ایک گرم بحث کا موضوع رہی ہے۔[7] انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ بہت سی احادیث بعد کے ادوار میں سیاسی، مذہبی اور سماجی مفادات کے تحت وضع کی گئی تھیں، نہ کہ وہ براہ راست پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مسلم اسکالرز نے اس نقطہ نظر پر مختلف ردعمل ظاہر کیے ہیں۔ کچھ نے ان کے طریق کار کو تنقیدی قرار دیا ہے اور ان کے نتائج کو چیلنج کیا ہے،[8] جبکہ دیگر نے ان کے تاریخی تجزیہ کے طریقوں کو تسلیم کیا ہے اور ان سے استفادہ کیا ہے۔ ایک مقالے کے مطابق، گولڈزیہر نے اموی دور میں احادیث کی وضع کو سیاسی مقاصد سے جوڑا اور بعض راویوں پر بھی تنقید کی۔ اس مقالے میں ان کے پیش کردہ بعض مثالوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انہوں نے حقائق کو مسخ کیا اور مسلم حکمرانوں اور علماء کی ایک مبہم تصویر پیش کی۔[9]

1۔ مروۃ اور دین:

اس باب میں، گولڈزیہر ابتدائی عرب معاشرے کے تصور "مروہ" (Muruwwa) کا تجزیہ کرتے ہیں، جس کا مطلب ہے مردانگی، بہادری، مہمان نوازی، اور قبائلی وفاداری جیسی خوبیاں۔ وہ بتاتے ہیں کہ قبل از اسلام کے دور میں یہ تصور عربوں کی زندگی میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔[1]

اس کے بعد، گولڈزیہر اسلام کے ظہور اور اس کے تصور "دین" (Dīn) پر بحث کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام نے مروہ کے بعض پہلوؤں کو برقرار رکھا اور ان کی اصلاح کی، لیکن اس نے ایک نیا اخلاقی اور مذہبی نظام بھی متعارف کرایا جس میں اللہ کی اطاعت، انصاف، اور عالمگیر بھائی چارہ جیسے اصول شامل تھے۔[11]

گولڈزیہر اس باب میں یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ اسلام نے مروہ کے قبائلی اور نسلی تعصبات کو کمزور کیا اور ایک وسیع تر ایمانی برادری کی بنیاد رکھی۔ تاہم، وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مروہ کے بعض عناصر اسلامی معاشرے میں ایک مضبوط اثر و رسوخ برقرار رکھتے ہیں۔ مختصراً، گولڈزیہر کا یہ باب قبل از اسلام کے عرب تصور مروہ اور اسلام کے تصور دین کے درمیان تعلق اور ارتقاء کا ایک بصیرت افروز جائزہ پیش کرتا ہے۔ وہ دکھاتے ہیں کہ کس طرح اسلام نے عرب معاشرے کی بعض روایات کو تبدیل کیا اور ایک نیا اخلاقی اور مذہبی فریم ورک قائم کیا۔

2۔ عرب قبائل اور اسلام

اس باب میں، گولڈزیہر ابتدائی اسلام اور عرب قبائل کے درمیان تعلقات کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح اسلام کے ظہور نے عرب معاشرے میں موجود قبائلی ساخت اور وفاداریوں کو متاثر کیا۔[12]

گولڈزیہر بتاتے ہیں کہ اگرچہ اسلام نے ایک عالمگیر مسلم برادری (امت) کے تصور پر زور دیا، لیکن قبائلی شناخت اور عصبیت (قبائلی فخر اور حمایت) ابتدائی اسلامی معاشرے میں ایک اہم قوت بنی رہی۔ وہ ان طریقوں کا تجزیہ کرتے ہیں جن میں اسلام نے قبائلی روایات کے ساتھ تعامل کیا، بعض کو اپنایا اور بعض کی اصلاح کی۔ وہ اس بات پر بھی بحث کرتے ہیں کہ کس طرح مختلف عرب قبائل نے اسلام کو قبول کیا اور اس کے پھیلاؤ میں کیا کردار ادا کیا۔ گولڈزیہر ان قبائلی تقسیموں اور رقابتوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو ابتدائی اسلامی فتوحات اور سیاسی پیش رفتوں پر اثر انداز ہوئیں۔[13]

مختصراً، گولڈزیہر کا یہ باب ابتدائی اسلام کے تناظر میں عرب قبائل کی پیچیدہ اور متحرک کردار کا ایک بصیرت افروز تجزیہ پیش کرتا ہے۔ وہ دکھاتے ہیں کہ کس طرح اسلام نے قبائلی نظام کو چیلنج کیا اور تبدیل کیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ قبائلی وفاداریوں نے ابتدائی اسلامی تاریخ کو بھی شکل دی۔

3۔ عرب اور عجم

اس باب میں، گولڈزیہر ابتدائی اسلامی معاشرے میں "عرب" (Arab) اور "عجم" (ʿAjam) کی اصطلاحات کے ارتقاء اور ان کے مضمرات کا جائزہ لیتے ہیں۔ "عرب" سے مراد جزیرہ نما عرب کے باشندے تھے، جبکہ "عجم" کی اصطلاح غیر عرب، خاص طور پر ایرانیوں کے لیے استعمال ہوتی تھی۔[14]

گولڈزیہر بتاتے ہیں کہ ابتدائی فتوحات کے بعد، غیر عرب لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ اس صورتحال نے عرب مسلمانوں کے درمیان ایک سماجی اور ثقافتی تفریق پیدا کر دی، جس میں عربوں کو بعض اوقات نسلی اور ثقافتی برتری کا احساس تھا۔ وہ اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح عرب اور عجم کے درمیان تعلقات میں کشیدگی اور تعاون دونوں موجود تھے۔ اگرچہ بعض عرب حلقوں میں غیر عرب مسلمانوں کو کمتر سمجھا جاتا تھا، لیکن بہت سے غیر عرب افراد نے اسلامی علم، ثقافت اور سیاست میں اہم کردار ادا کیا۔[15]

گولڈزیہر اس باب میں ان مختلف تحریکوں اور ادبی کاموں کا بھی جائزہ لیتے ہیں جنہوں نے نسلی مساوات اور تمام مسلمانوں کے درمیان اتحاد پر زور دیا۔ وہ ان سماجی اور سیاسی جدوجہد کو بے نقاب کرتے ہیں جو ابتدائی اسلامی معاشرے میں عرب اور عجم کے درمیان تعلقات کو متعین کرتی تھیں۔ مختصراً، گولڈزیہر کا یہ باب ابتدائی اسلامی معاشرے میں عرب اور عجم کے درمیان پیچیدہ سماجی اور ثقافتی تعامل کا ایک اہم تجزیہ پیش کرتا ہے۔ وہ ان نسلی اور ثقافتی امتیازات کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس دور میں موجود تھے اور ان کوششوں کا جائزہ لیتے ہیں جو ان امتیازات کو ختم کرنے اور مسلم برادری میں اتحاد کو فروغ دینے کے لیے کی گئیں۔

4۔ شعوبیہ تحریک

اس باب میں، گولڈزیہر "الشعوبیہ" (al-Shu'ūbiyya) نامی ایک اہم فکری اور ادبی تحریک کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں جو عباسی دور میں پروان چڑھی۔ الشعوبیہ بنیادی طور پر غیر عرب مسلمانوں، خاص طور پر ایرانیوں کی طرف سے ایک ردعمل تھا، جو عربوں کی نسلی برتری کے دعوؤں کو چیلنج کر رہے تھے۔[16]

گولڈزیہر بتاتے ہیں کہ الشعوبیہ تحریک لسانی، ثقافتی اور تاریخی دلائل کا استعمال کرتے ہوئے غیر عرب اقوام کی فضیلت اور ان کے ثقافتی ورثے کی اہمیت پر زور دیتی تھی۔ انہوں نے عربوں کے نسب، شاعری اور ثقافت پر تنقید کی اور فارسی زبان و ادب کی برتری کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ الشعوبیہ محض ایک نسلی فخر کی تحریک نہیں تھی، بلکہ اس میں عرب تسلط کے خلاف سیاسی اور سماجی احتجاج کے عناصر بھی موجود تھے۔[17] اس تحریک نے عباسی سلطنت میں موجود مختلف نسلی گروہوں کے درمیان سماجی اور ثقافتی شناخت کے بارے میں ایک وسیع بحث کو جنم دیا۔

گولڈزیہر الشعوبیہ کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرتے ہیں، بشمول اس کے ادبی مظاہر، اس کے حامیوں کے دلائل، اور اس تحریک کا عباسی معاشرے اور ثقافت پر کیا اثر پڑا۔ وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ کس طرح اس تحریک نے بعد کی اسلامی تاریخ میں نسلی اور ثقافتی شناخت کے تصورات کو متاثر کیا۔ مختصراً، گولڈزیہر کا یہ باب الشعوبیہ تحریک کا ایک جامع اور بصیرت افروز تجزیہ

پیش کرتا ہے۔ وہ اس تحریک کے محرکات، اس کے اہم دلائل، اور ابتدائی اسلامی دنیا میں نسلی اور ثقافتی شناخت کے مباحث پر اس کے گہرے اثرات کو واضح کرتے ہیں۔

5۔ شعوبیہ اور اس کا علمی اظہار

اس باب میں، گولڈزیہر الشعوبیہ تحریک کے علمی مظاہر اور اس کے اثرات کا عمیق جائزہ لیتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ کس طرح الشعوبیہ کے نظریات نے مختلف علمی شعبوں، خاص طور پر تاریخ، ادب اور لسانیات میں اپنی جگہ بنائی۔[18]

گولڈزیہر ان علماء اور مصنفین کی نشاندہی کرتے ہیں جنہوں نے الشعوبیہ کے جذبات کی عکاسی کی اور اپنی تصانیف کے ذریعے غیر عرب ثقافتوں اور ان کے کارناموں کی وکالت کی۔ وہ ان تاریخی روایات اور ادبی تخلیقات کا تجزیہ کرتے ہیں جن میں عربوں کے نسلی فخر کو چیلنج کیا گیا اور غیر عرب اقوام کی برتری کو اجاگر کیا گیا۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ الشعوبیہ کے زیر اثر علماء نے نہ صرف عرب نسب اور شاعری پر تنقید کی، بلکہ انہوں نے فارسی اور دیگر غیر عرب زبانوں اور ادب کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا۔ انہوں نے ان ثقافتوں کی تاریخی شراکت اور علمی روایات کو محفوظ کرنے اور پھیلانے کی کوشش کی۔

گولڈزیہر یہ بھی بتاتے ہیں کہ الشعوبیہ کے اثرات صرف ادبی اور تاریخی کاموں تک محدود نہیں تھے، بلکہ اس نے لسانیات کے شعبے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ غیر عرب علماء نے اپنی زبانوں کے قواعد وضوابط اور فصاحت کو ثابت کرنے کے لیے علمی دلائل پیش کیے اور کس طرح الشعوبیہ کی تحریک علمی حلقوں میں سرایت کر گئی اور اس نے تاریخ، ادب اور لسانیات جیسے شعبوں میں ایک نئی فکر کو جنم دیا۔ انہوں نے ان علماء کے کاموں کا تجزیہ کیا جنہوں نے الشعوبیہ کے نظریات کو فروغ دیا اور غیر عرب ثقافتوں کے علمی اور ثقافتی ورثے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

شُعُوبیہ تحریک کے دوران فارسی زبان کو عربی زبان کے مقابلے میں ایک علمی اور ادبی زبان کے طور پر پیش کیا گیا۔ فارسی ادب اور شاعری کو عرب ادب کے مقابلے میں زیادہ پرکشش اور گہرا قرار دیا گیا۔ شُعُوبیہ تحریک کے حامیوں نے اپنی قدیم تہذیب اور تاریخ کو عرب تہذیب سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ فارسیوں نے اپنے قدیم بادشاہوں، فلسفیوں، اور سائنسدانوں کے کارناموں کو نمایاں کیا۔

6۔ الجاھلیہ سے کیا مراد ہے

اصطلاح "الجاہلیہ" سے مراد اسلام سے پہلے کا دور ہے۔ گولڈزیہر کے مطابق، اس اصطلاح کو محض جہالت کے دور کے طور پر نہیں سمجھا جانا چاہیے، یعنی علم کی کمی کا دور۔ بلکہ، وہ اس کی تشریح ایک ایسے وقت کے طور پر کرتے ہیں جس کی نمایاں خصوصیات بربریت، تکبر اور وحشت تھیں۔ وہ "جہل" کے تصور کو، جو کہ الجاہلیہ کی جڑ ہے، "حلم" (بردباری، تحمل) کے متضاد کے طور پر پیش کرتے ہیں۔[19]

یہاں، گولڈزیہر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ الجاہلیہ اسلام سے پہلے محض ایک خالی جگہ نہیں تھی بلکہ ایک ایسا دور تھا جس کی اپنی مخصوص خصوصیات تھیں، جو بنیادی طور پر بے قابو جذبات اور عقلی ضبط کی کمی سے نمایاں تھیں۔ وہ اس کا تقابل ان اسلامی مثالیات سے کرتے ہیں جو بعد میں سامنے آئیں۔

اس باب میں گولڈزیہر نے "الجاھلیہ" یعنی اسلام سے پہلے عربوں کے زمانے کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

الجاھلیہ کا مطلب اسلامی روایت میں وہ زمانہ ہے جب عرب معاشرہ وحشیانہ رسم و رواج، بدامنی، قبیلہ پرستی، بت پرستی، اور اخلاقی انحطاط کا شکار تھا۔

گولڈ زیہر اس تصور کو تاریخی اور سماجی زاویے سے دیکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ:

"جاھلیہ" کا مطلب صرف "بے دینی" یا "جہالت" نہیں تھا، بلکہ ایک خاص معاشرتی، اخلاقی، اور ثقافتی صورتحال کا اظہار تھا۔

وہ اس پر بھی روشنی ڈالتے ہیں کہ اسلام نے جاھلیہ کے بہت سے تصورات (مثلاً شرافت، مہمان نوازی، شجاعت) کو اپنایا اور ان کی اصلاح کی۔

گولڈ زیہر دکھاتے ہیں کہ جاھلیہ اور اسلام کے درمیان مکمل انقطاع (break) نہیں آیا، بلکہ بہت سے تہذیبی اور فکری عناصر میں تسلسل رہا۔

ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اسلام کی آمد ایک تدریجی تبدیلی تھی، کوئی اچانک انقلابی کٹاؤ نہیں۔

تنقیدی جائزہ

علمی و تحقیقی انداز

گولڈ زیہر اسلامی روایات کو محض عقیدے کی بنیاد پر قبول نہیں کرتے۔ وہ تاریخی، لسانی، اور سماجی تنقید کے ذریعے جاھلیہ کے مفہوم کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار مستند اسلامی روایات کا تقابلی مطالعہ اور ان کا تاریخی پس منظر کھولنا ہے۔[20]

اسلامی بیانیے پر سوال

وہ اسلامی مآخذ میں جاھلیہ کی تصویر کو مکمل طور پر سیاہ نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک اسلامی مورخین نے جاھلیہ کو بہت زیادہ منفی رنگ میں پیش کیا تاکہ اسلام کی اخلاقی برتری کو اجاگر کیا جا سکے۔ گولڈ زیہر کہتے ہیں کہ جاھلی معاشرہ بھی اپنی جگہ ایک منظم تہذیب رکھتا تھا۔

تسلسل (Continuity) کا تصور

گولڈ زیہر کا اہم نقطہ یہ ہے کہ اسلام اور جاھلیہ میں مکمل علیحدگی نہیں ہوئی، بلکہ کئی رسوم، اقدار اور نظریات اسلام میں ترمیم یا تطہیر کے بعد شامل ہوئے۔ یہ تدریجی تبدیلی کی ایک علمی توجیہ ہے، جو اسلامی روایتی موقف سے ہٹ کر ہے۔

تنقیدی ماخذ شناسی

وہ اسلامی تاریخی مصادر (جیسے سیرت، حدیث، اور تفسیر) کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان میں بعد کے ادوار کے تصورات اور سیاسی و مذہبی اثرات شامل ہو چکے ہیں، اس لیے انہیں براہ راست تاریخی حقیقت کا آئینہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

معروضیت (Objectivity):

گولڈ زیہر زیادہ تر ایک بیرونی (outsider) محقق کے طور پر معروضی انداز اپناتے ہیں۔ ان کا مقصد تعظیم یا تنقیص نہیں، بلکہ تاریخی حقیقت کی کھوج ہے—چاہے اس میں اسلامی عقائد کی رسمی تشریحات سے اختلاف بھی ہو۔

7۔ بت پرستی اور اسلام میں مردوں کی تعظیم پر

تحقیقی گہرائی اور انفرادیت:
گولڈ زیہر کا کام اس لحاظ سے قیمتی ہے کہ انہوں نے بہت باریک بینی سے اسلامی عقائد اور سماجی عادات کے مابین فرق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک طرف قرآن اور حدیث کا نظریہ خالص توحید ہے، لیکن دوسری طرف عوامی سطح پر مخصوص "تعظیمی رویے" (جیسے اولیاء کی قبروں کی زیارت) پروان چڑھے۔

مثبت پہلو
گولڈ زیہر نے توجہ دلائی کہ مذہب صرف ایک رسمی عقیدہ نہیں ہوتا، بلکہ عوامی روایت اور ثقافت سے بھی متاثر ہوتا ہے، جو ایک اہم سوشیولوجیکل نکتہ ہے۔

مبالغہ آمیزی کا عنصر:
تنقید یہ ہے کہ گولڈ زیہر بعض اوقات یہ تاثر دیتے ہیں کہ اسلام میں اولیاء کی تعظیم اور قبل از اسلام بت پرستی میں محض "تسلسل" ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات میں بہت واضح اصول موجود ہیں جو توحید کی حفاظت کرتے ہیں۔

تنقیدی نکتہ:
وہ اسلامی علما کی طرف سے "شرک" کے خلاف جاری کی گئی وسیع علمی جدوجہد کو کم اہمیت دیتے ہیں۔
انہوں نے یہ فرق مکمل وضاحت سے نہیں کیا کہ قبروں کی زیارت اور اصل "عبادت" (worship) میں اسلامی تعلیمات کیسے فرق کرتی ہیں۔

اسلامی روایت کا داخلی مطالعہ نہ کرنا:
گولڈ زیہر نے اسلامی عقائد کا تجزیہ زیادہ تر ایک بیرونی مشاہدہ کرنے والے (outsider observer) کے طور پر کیا۔ وہ عموماً امت کے داخلی علمی و روحانی مباحث (مثلاً امام ابن تیمیہ یا امام غزالی جیسے علماء کے افکار) کو گہرائی سے نہیں کھولتے۔

کمزوری:
ان کا مطالعہ کبھی کبھار اسلامی عقائد اور عوامی بدعات (cultural deviations) کے درمیان موجود نزاکت کو نظر انداز کرتا ہے۔

بعد کے محققین کی رائے:

بعض مستشرقین (اور مسلم اسکالرز) نے گولڈ زیہر کی تعریف کی کہ انہوں نے اسلامی معاشرتی تاریخ کے اندرونی تضادات کو اجاگر کیا۔

لیکن کئی مسلم مفکرین (جیسے مصطفیٰ صادق رافع، سید سلیمان ندوی) نے ان پر تنقید کی کہ انہوں نے اسلام کی اصلاحی اور توحیدی کوششوں کی صحیح قدر نہیں کی، اور عوامی بدعات کو اصل دین کی نمائندگی کے طور پر پیش کیا۔[21]

8۔ بت پرستانہ اور لسانی استعمالات

اس باب میں گولڈ زیہر نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ:

عربوں کا قبل از اسلام دور (دورِ جاہلیت) جس طرح مذہبی طور پر بت پرستی سے بھرا ہوا تھا، اسی طرح ان کے زبان (لسانی اظہار) پر بھی بت پرستی کے گہرے اثرات موجود تھے۔

اسلام آنے کے بعد اگرچہ عقیدے میں بڑی تبدیلی آئی، لیکن زبان میں کئی الفاظ، اصطلاحات اور تعبیرات اپنی پرانی (بت پرستانہ) بنیادوں پر قائم رہیں، البتہ ان کا مفہوم تبدیل یا اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کر دیا گیا۔

بت پرستانہ الفاظ کی موجودگی

گولڈ زیہر بتاتے ہیں کہ بعض الفاظ، مثلاً "لات"، "عزیٰ"، "مناۃ" جیسے بتوں کے نام، یا "استعانت" اور "تبرک" جیسے تصورات، اسلام کے بعد بھی زبان میں موجود رہے، لیکن ان کے استعمال کا مقصد اور مفہوم بدلا گیا۔

لسانی اصطلاحات کا ارتقا

بہت سی اصطلاحات جو پہلے بتوں کے لیے مخصوص تھیں، اب اللہ یا نیک اعمال کے لیے استعمال ہونے لگیں، جیسے "برکت"، "شفاعت"، "وسیلہ" وغیرہ۔ گولڈ زیہر کے مطابق یہ لسانی ارتقا ایک ثقافتی تسلسل کی نشاندہی کرتا ہے۔

مقدس مقامات کی زبان

قبل از اسلام بعض مقامات (جیسے کعبہ) کو مذہبی تقدس حاصل تھا، اور ان کے ساتھ مخصوص الفاظ جڑے تھے۔ اسلام نے ان مقامات کا تقدس باقی رکھا لیکن ان کی تعبیر کو توحیدی دائرے میں ڈھال دیا۔

اصلاح کی کوششیں

گولڈ زیہر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کچھ اسلامی مصلحین (خصوصاً فقہاء اور محدثین) نے ایسی لسانی روایات کو ختم یا درست کرنے کی کوشش کی تاکہ توحیدی تصور صاف اور خالص رہے۔

9۔ تعظیم کے اظہار کے طور پر کنیت کا استعمال

گولڈ زیہر (Ignaz Goldziher) کی مشہور کتاب "Muslim Studies" (جرمن: Muhammedanische Studien) اسلامی علوم کے ارتقاء، حدیث، فقہ اور دیگر مذہبی رجحانات پر تحقیقی نگاہ ڈالتی ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد میں گولڈ زیہر نے اسلامی روایت میں کنیت (Abu فلان) کے استعمال کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا ہے، اور بعض مقامات پر یہ واضح ہوتا ہے کہ کنیت کا استعمال تعظیم کے اظہار کے لیے بھی ہوتا تھا۔

مختصر جائزہ: کنیت کا استعمال بطورِ تعظیم — گولڈ زیہر، مسلم سٹڈیز، جلد اول

کنیت کا عمومی تعارف:

گولڈ زیہر بتاتے ہیں کہ عربی ثقافت میں کسی شخصیت کو کنیت سے پکارنا نہ صرف عام روایت تھی بلکہ ایک معزز اور شرافت پر مبنی اندازِ خطاب بھی تھا۔ اسلام سے پہلے بھی، اور بعد میں بالخصوص، یہ اسلوب برقرار رہا۔

حدیث و فقہ میں کنیت کی اہمیت:

گولڈ زیہر حدیث کے راویوں، فقہاء، اور صحابہ کا ذکر کرتے وقت اکثر کنیت استعمال کرتے ہیں — جیسے ابو ہریرہ، ابو حنیفہ، ابو بکر — اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کنیت صرف شخصی شناخت نہیں بلکہ عزت و احترام کا ذریعہ بھی تھی۔

تعظیمی پہلو کی مثالیں:

وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بعض اوقات کنیت اس وقت بھی دی جاتی تھی جب کسی کی اولاد نہ ہوتی، صرف اس لیے کہ معاشرتی طور پر اس سے وقار اور سنجیدگی جھلکتی تھی۔ مثال کے طور پر "ابو عبداللہ" یا "ام المؤمنین" جیسے القابات کو عزت کے اظہار کے طور پر اپنایا جاتا تھا۔

استشراقی مشاہدہ:

گولڈ زیہر اس استعمال کو محض لغوی پہلو سے نہیں دیکھتے بلکہ اسے اسلامی معاشرتی نفسیات کا حصہ قرار دیتے ہیں، کہ کنیت تعظیم، وقار اور تعلق کو ظاہر کرنے کا ایک علامتی ذریعہ تھی۔

The use of the kunya as a means of paying respect" (Muslim Studies, Vol. 1, p. ".1 242)[22]

10۔ سیاہ اور سفید فام لوگ

گولڈ زیہر کی کتاب "Muslim Studies" (جلد اول) کا ایک اہم موضوع اسلامی معاشرت اور فقہی روایت میں نسل، رنگ اور سماجی درجہ بندی کا مطالعہ ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے سیاہ فام (Black) اور سفید فام (White) افراد سے متعلق اسلامی سماج میں پائے جانے والے رویوں کا بھی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

اسلامی معاشرے میں سیاہ فام افراد کا مقام:
گولڈ زیہر اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ابتدائی اسلامی معاشرے میں سیاہ فام افراد کو بعض اوقات معاشرتی طور پر کمتر سمجھا جاتا تھا، اگرچہ اسلام کی بنیادی تعلیمات اس کے خلاف تھیں۔ انہوں نے خاص طور پر غلاموں، خادموں اور افریقی نسل کے افراد کا تذکرہ کیا ہے۔[23]

احادیث اور روایات میں نسل کی جھلک:
وہ دکھاتے ہیں کہ بعض روایات میں نسل یا رنگ کے حوالے سے تبصرے موجود ہیں، جنہیں بعد کے محدثین نے قبول یا رد کیا۔ گولڈ زیہر اس پہلو کو اسناد اور مفہوم دونوں اعتبار سے تجزیہ کرتے ہیں۔

علماء کا رویہ:
انہوں نے لکھا کہ اسلامی فقہ میں بعض علماء سیاہ فام افراد کی روایت یا گواہی کے بارے میں متردد تھے، خاص طور پر ابتدائی ادوار میں۔ بعد میں اہل علم نے ان تفریقات کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

بصیرت و تنقید:
گولڈ زیہر نے اسلامی تہذیب میں مساوات کی کوششوں کو تسلیم کیا، لیکن ساتھ ہی تاریخی حقائق کی بنیاد پر یہ بھی دکھایا کہ معاشرتی تعصبات (مثلاً رنگ و نسل کی بنیاد پر) مکمل طور پر ختم نہیں ہو سکے تھے۔

11۔ ترکوں کے بارے میں روایات

گولڈ زیہر کی کتاب "Muslim Studies" (Volume 1) میں ایک قابلِ توجہ موضوع "ترکوں (Turks) کے بارے میں روایات" ہے، جس کا مختصر جائزہ درج ذیل نکات میں پیش کیا جا رہا ہے:

📘 **موضوع: ترکوں کے بارے میں روایات — Muslim Studies, جلد اول**

روایات کی نوعیت:

گولڈ زیہر نے ترکوں کے بارے میں منقول احادیث اور اقوال کا جائزہ لیا ہے، جن میں ترک اقوام کے ساتھ مسلمانوں کے ممکنہ مستقبل کے تعلقات، جنگی واقعات، یا ان کی فطرت و عادات سے متعلق پیش گوئیاں یا آراء بیان ہوئی ہیں۔

سیاسی اور سماجی تناظر:

گولڈ زیہر کے مطابق یہ روایات اکثر سیاسی تناظر میں گھڑی گئیں، خاص طور پر جب ترکوں کا اثر و رسوخ اسلامی دنیا پر بڑھنے لگا —جیسے عباسی دور میں، جب ترک سپاہی خلیفہ کی افواج کا حصہ بننے لگے۔

مثبت اور منفی تصویر کشی:

ان روایات میں بعض ترکوں کو قوی، بہادر اور منظم قوم کے طور پر پیش کرتی ہیں، جب کہ کچھ جگہوں پر انہیں وحشی یا خطرناک دکھایا گیا ہے۔ گولڈ زیہر اس تضاد کو سیاسی مفادات اور معاشرتی تاثرات سے جوڑتے ہیں۔

روایات کی ساخت اور سند:

گولڈ زیہر ان احادیث کے اسناد (chains of transmission) اور متن (text) کا گہرا تنقیدی مطالعہ کرتے ہیں، اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان میں سے کئی بعد کے دور کی اختراعات ہیں، جنہیں مخصوص حالات میں رائج کیا گیا۔

تاریخی مقصدیت:

ان کے مطابق ان روایات کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ترک اقوام سے مفاہمت، یا فاصلہ رکھنے کی طرف مائل کیا جائے، جیسا کہ مشہور روایت:

"ترکوں کو چھوڑ دو جب تک وہ تمہیں نہ چھیڑیں"

دَعُوا التُّرْکَ مَا دَعُوکُمْ

📌 **نتیجہ:** گولڈ زیہر کے نزدیک ترکوں سے متعلق روایات کو خالص مذہبی روایت کے بجائے سیاسی و سماجی پس منظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ ان کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ احادیث کئی بار اسلامی سلطنت کے داخلی سیاسی و عسکری معاملات سے متاثر ہو کر مرتب ہوئیں۔

12۔ عربی زدہ فارسی بطور عربی شاعر

گولڈ زیہر نے اس باب میں شعوبیہ تحریک کا ذکر کیا ہے، جو غیر عرب مسلمانوں، خاص طور پر فارسیوں، کی طرف سے عربی بالادستی کے خلاف ایک ادبی اور ثقافتی ردعمل تھا۔ انہوں نے ان فارسی شعرا کا تجزیہ کیا ہے جو عربی زبان میں شاعری کرتے تھے تاکہ اپنی ثقافتی برتری کا اظہار کر سکیں۔

فارسی شعرا کی عربی شاعری

گولڈزیہر نے ان فارسی شعرا کی مثالیں پیش کی ہیں جنہوں نے عربی زبان میں شاعری کی، جیسے ابو سعید الرستمی۔ انہوں نے ان شعرا کی شاعری کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کس طرح انہوں نے عربی زبان میں فارسی فخر اور شناخت کا اظہار کیا۔

ادبی تنقید اور ثقافتی شناخت

گولڈزیہر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ان فارسی شعرا کی عربی شاعری نہ صرف ادبی مہارت کا مظہر تھی بلکہ ایک ثقافتی شناخت کا اظہار بھی۔ انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح ان شعرا نے عربی زبان کو استعمال کرتے ہوئے فارسی ثقافت اور شناخت کو اجاگر کیا۔

گولڈزیہر کے مطابق، عربی زبان میں فارسی شعرا کی شاعری صرف ادبی مہارت کا مظہر نہیں تھی بلکہ ایک ثقافتی اور سیاسی بیان بھی تھی۔ انہوں نے اس باب میں دکھایا ہے کہ کس طرح ان شعرا نے عربی زبان کو استعمال کرتے ہوئے فارسی ثقافت اور شناخت کو اجاگر کیا، اور عربی بالادستی کے خلاف ایک ادبی رد عمل پیش کیا۔

حوالہ جات (References)

1. Ignác Goldziher, *Muslim Studies (Muhammedanische Studien)*, trans. C. R. Barber and S. M. Stern, vol. 1 (London: Allen and Unwin, 1967), 11.
2. Lawrence I. Conrad, "Ignaz Goldziher and the Rise of Islamic Studies in Europe," *Journal of the American Oriental Society* 118, no. 2 (1998): 172.
3. "Ignác Goldziher," Wikipedia, accessed [آج کی تاریخ], https://en.wikipedia.org/wiki/Ign%C3%A1c_Goldziher.
4. Ibid.
5. Ibid.
6. Goldziher, *Muslim Studies*, 1:20.
7. Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon Press, 1950), 3.
8. Christopher Melchert, "Goldziher on the Emergence of Sunni Scholasticism," *Islamic Law and Society* 9, no. 1 (2002): 76.

R. Stephen Humphreys, *Islamic History: A Framework for Inquiry*, rev. ed. .9
.(Princeton: Princeton University Press, 1991), 85

.Goldziher, *Muslim Studies*, 1:45.10

.Ibid., 1:61.11

.Ibid., 1:75.12

Hamilton A. R. Gibb, *Studies on the Civilization of Islam* (London: Routledge .13
.& Kegan Paul, 1962), 180

.Goldziher, *Muslim Studies*, 1:98-101.14

Roy P. Mottahedeh, "The Shu'ubiyah Controversy and the Social History of Early .15
.Islamic Iran," *International Journal of Middle East Studies* 7, no. 2 (1976): 161

.Goldziher, *Muslim Studies*, 1:121.16

.Ibid., 1:137.17

.Ibid., 1:155.18

William Montgomery Watt, *Muhammad at Mecca* (Oxford: Clarendon Press, .19
.1953), 23

.Goldziher, *Muslim Studies*, 1:167.20

Bernard Lewis, *Race and Slavery in the Middle East: An Historical Enquiry* .21
.(New York: Oxford University Press, 1990), 28

.Goldziher, *Muslim Studies*, 1:242.22

.Ibid., 1:189.23

H. A. R. Gibb, *Arabic Literature: An Introduction* (Oxford: Clarendon Press, .24
.1963), 62

حوالہ جات